© rasailojaraid.com

بیع الحقوق عصر حاضر میں

مفتی عامر نواز صاحب

استاد معہد العلوم الاسلامیہ بنوں

(زیر نگرانی جامعہ المرکز الاسلامی بنوں پاکستان)

مال متقوم بننے کی بنیادی شرطیں:

مباحات عامہ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں انہیں شرعاً مال متقوم کا درجہ دینے اور قابل بیع ہونے کے لیے چند شرطیں ناگزیر ہیں۔

١...... وہ شئی مباح الانتفاع ہو۔

٢...... قابل انتفاع ہو، قبضہ اور دسترس سے باہر نہ ہو۔

٣...... ہر قسم کے غرر اور قمار سے خالی ہو۔

فقہائے احناف نے ایک اور چیز کا بھی اضافہ کیا کہ مالیت کی شان یہ ہے کہ وقت ضرورت کیلئے محفوظ کیا جا سکے جو چیزیں شرعاً محرم الانتفاع ہوان کی بیع جائز نہیں ہے۔

شریعت اسلامی اہل اسلام کے حق میں انہیں قطعاً بے قیمت و نا قابل اعتناء قرار دیتی ہیں۔

" عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ ورسولہ حرم بیع المیتۃ والخنزیر والا صنام " (بخاری ومسلم).

" عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بلغ عمر رضی اللہ عنہ ان سمرۃ با ع خمراً فقال قاتل اللہ سمرۃ الم یعلم ان رسول اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الیھود حرمت علیھم الشحو م فجمو لوھا فبا عوھا " (حوالہ مذکور)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح جو چیزیں محرم الاستعمال نہیں لیکن نا قابل انتفاع ہو یا تو اس لیے کہ وہ افادیت سے خالی ہو یا ان کی افادیت معلوم نہ ہو یا وہ معدوم ہو یا موجود ہو مگر وہ قبضہ اور دسترس سے باہر ہو وغیرہ۔

تو ایسی تمام چیزوں کی بیع درست نہیں ہے جیسا کہ دریا میں مچھلی کی بیع یا ہوا میں آزاد پرندوں کی بیع وغیرہ۔

اسی طرح بذات خود کوئی چیز کتنی ہی مفید اور اہم ہو لیکن اگر اس کی افادیت یا طریقہ استعمال یا طریقہ استفادہ معلوم نہ ہو تو وہ چیز بھی قابل بیع نہ ہوگی، ریت اور مٹی میں پہلے کوئی ایسی قابل لحاظ افادیت معلوم نہ تھی جو انہیں قابل بیع و شراء بنا سکے، اس لیے فقہاء نے انہیں مال میں شامل نہیں کیا ہے لیکن آج بے تکلف ان کی خرید و فروخت ہوتی ہے کیونکہ آج ان سے بہت مفید کام لیے جاتے ہیں اور ان سے بیش قیمت سامان تیار کیے جاتے ہیں۔

جدید تحقیقات و تجربات سے نئی نئی چیزیں دریافت ہو رہی ہیں اور ان کے عجیب و غریب فوائد و خصوصیات سامنے آ رہے ہیں جن کا پہلے علم کیا، تصور بھی کسی کو نہ تھا، ہیرے سے بدر جہا سخت " کاربورنڈم " اور جواہرات سے کہیں زیادہ بیش قیمت " آئیڈیم " اور ہوا میں بھاری مقدار میں پایا جانے والا " نائٹروجن " جیسی گراں قدر آشیاء کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا لیکن آج یہ انتہائی کارآمد اور بیش بہا قیمت چیزیں ہیں، اس قسم کی تمام نو دریافت چیزیں آج قابل بیع قرار پائیں گی۔ جبکہ پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

جو چیزیں ابھی وجود ہی میں نہ آئی ہو یا وہ قبضہ اور دسترس سے باہر ہو ان کی بیع بھی شرعاً درست نہیں، چنانچہ جانور کے پیٹ سے آئندہ پیدا ہونے والے بچے کی بیع، اسی طرح غیر مملوک اور غیر مقبوض اشیاء اور اس جیسی متعدد چیزوں کی بیع سے حدیث میں صراحتاً ممانعت آئی ہیں۔

" عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع حبل الحبلة .... الخ " . (مشکوٰۃ : ۲/ ۲۲۷).

" عن حكيم بن حزام قال قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرجل ليا تيني فير يد منى البيع وليس عندى مايطلب ، افا بيع منه ثم ابتاعة من السوق؟ قال لاتبع ما ليس عندك "
(ترمذی ، ابوداؤد ، نسائی).

ہواؤں میں آزاد اڑنے والے پرندے، دریا میں تیرنے والی مچھلیاں صحراء میں پھرنے والے شکار، زمین کے اندر کانوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں چھپے پڑے سونا اور چاندی اور دیگر معادنیات اور اس جیسی دوسری چیزیں قبضہ و دسترس سے باہر ہونے کی وجہ سے نا قابل انتفاع ہیں۔اس لیے ان کی بیع درست نہیں ہے۔

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں:

" ان البائع اذا باع مالیس فی ملکه ولا له قدرة علی تسلیمه لیذهب ویحصله ویسلمه الی المشتری کان ذالک شبیها بالقمار والمخاطرة غیر حاجة بهما الی هذا العقد ولا تتوقف مصلحتهما علیه " . (زادالمعاد: ۴/ ۲۶۳).

اسی طرح بیع کی وہ تمام صورتیں ممنوع و محظور ہوں گی جن میں غرور قماریت کی شکل پائی جائے۔

" عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع الغرر وبیع الحصاة " . (مسلم، ترمذی، ابوداؤد) .

" وعنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن الملامسة والمنابزة " . (بخاری، مسلم، ترمذی).

ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جو شرعاً جائز الاستعمال، قابل انتفاع اور غرر سے خالی ہو، مال متقوم و قابل بیع قرار پا سکتی ہیں۔ عام اس سے کہ وہ اعیان کے قبیل سے ہو یا منافع اور حقوق کے قبیل سے بشرطیکہ وہاں کوئی اور محظور شرعی موجود نہ ہو اور عرف عام میں وہ مال اور ذریعہ تمول کا درجہ حاصل کریں۔

" المالیة تثبت بتمول الناس کافة او بعضهم والتقوم یثبت بها وباباحة الانتفاع به شرعاً " .

ترجمہ: یعنی مالیت ثابت ہوتی ہے تمام لوگوں کے مال سمجھنے سے یا بعض لوگوں کے مال سمجھنے سے اور شرعاً انتفاع کے مباح ہونے کی وجہ سے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مال کی حقیقت شریعت ولغت کی نظر میں:

یہاں پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مال کی حقیقت کے بارے میں شریعت ولغت میں تعین ہے یا اس کو عرف وعادت الناس پر چھوڑا ہے، اگر مال کی حقیقت شریعت ولغت نے متعین کردی ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مال صرف اور صرف وہی شئی قرار پائے گی جسے شریعت ولغت نے متعین کی ہو۔اور اگر مال کا مدار عرف پر ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مال ہر وہ شئی ہوگی جس چیز کو عرف میں مال تصور کیا جاتا ہو۔

جب ہم شریعت کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ شریعت نے مال کی حقیقت خود متعین نہیں کی ہے نہ تو مال کی تحدید قرآن میں مذکورہ ہے اور نہ ہی کوئی حدیث مال کی تحدید پر دال ہے۔ بلکہ نزول قرآن کے وقت اہل عرب کے نزدیک مال کا جو تصور تھا اس کو برقرار رکھا، اہل عرب کے نزدیک مال کا تصور کیا تھا تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مال اہل عرب کے نزدیک ہر اس چیز کو شامل ہے جس کے جمع کرنے اور مالک بننے کی طرف انسانی رغبت ہو اور جب ہم لغت کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو اہل لغت ہر اس شئی کو مال قرار دیتے ہیں جو لوگوں کے درمیان ذریعے تمول اور سبب ملکیت ہو وغیرہ بلکہ اس سلسلے میں ابن نجیم مصری اور شامی کا بیان بالکل واضح ہے۔

جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے کہ مالیت کل یا بعض لوگوں کے تمول سے ثابت ہوتی ہے یعنی جس چیز کو لوگ مالیت مال تصور کرنے لگے اس میں مالیت آجاتی ہے۔

اور جب یہ بات مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوگئی کہ شریعت ولغت نے مال کی حقیقت متعین نہیں کی ہے بلکہ اس کی حقیقت کو عرف اور عادت الناس پر چھوڑا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ مال کی حقیقت ہر دور میں مختلف رہا، کیونکہ عرف تبدیل ہوتا رہتا ہے۔تو اب ہر وہ شئی جو لوگوں کے درمیان ذریعے تمول، ملکیت ہو تو وہ چیز مال متصور ہوگی، اور شرعا اس کی بیع درست ہوگی اور یہ ہوسکتا ہے بہت سی چیزیں کسی زمانے میں نہ تو ذریعہ تمول تھی وا اور نہ ہی ان کی حاجت وضرورت لوگوں کو پیش آتی تھی، اور نہ ہی ان چیزوں کو کوئی اہمیت تھی، لیکن بعد کے زمانے میں وہی چیزیں لوگوں کی ضرورت بن گئی اور لوگوں کے درمیان ذریعہ تمول بن گئی۔تو ان چیزوں کو مال شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

اس کی سب سے واضح اور بہترین مثال ریت اور مٹی ہے کہ ان کو گزشتہ ادوار میں مال تصور نہیں کیا جاتا تھا۔اس لئے کہ پہلے دور میں مٹی اور ریت کی ضرورت نہیں تھی۔نہ ہی ان کو کوئی اہمیت حاصل تھی، اس وجہ سے اس کی خرید و، فروخت بھی نہیں ہوتی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب حالات اور انقلاب زمانہ نے مٹی اور ریت کو ایک قیمتی اور قابل انتفاع چیز بنایا ہے کچھ دنوں پہلے تک تو کم سے کم دیہاتوں میں بلا قیمت مٹی اور ریت دستیاب ہوجایا کرتی تھی مگر اب دیہاتوں میں بھی اس کی خرید وفروحت عام ہے، اب اگر اس وقت ریت اور مٹی کو مال کی تعریف سے خارج کر کے اس کی خرید وفروخت پر شرعی طور پر پابندی عائد کردی جائے تو امت مسلمہ حرج وتنگی اور بے شمار مصائب میں مبتلا ہوجائے گی۔

اسی طرح زمانہ قدیم میں بہت سی چیزیں ایسی تھی جن کی نہ ضرورت تھی اور نہ ہی مال تصور کیا جاتا تھا جس کی بناء پر ان چیزوں کی خرید وفروخت کو فقہاء کرام نے ناجائز قرار دیا تھا۔

علامہ کاسانیؒ گوبر اور مینگنی کی خرید وفروخت کی سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

" ویجوز بیع السرقین و البعر لا نہ مباح الا نتفاع بہ شرعا علی الا طلاق فکان مالا ولا ینعقد بیع العذر تہ الخالصتہ لا نہ لا یباح الا نتفاع بھا بحال فلا تکون مالا الا اذا کان مخلوطا بالتراب والتراب غالب فیجوز بیعہ لا نہ یجوز الا نتفاع "

(بدائع الصنائع: ۶، ۲۰۱۱)

ترجمہ:...... گوبر اور مینگنی کی خرید وفروخت جائز ہے اس لئے کہ یہ شرعی طور پر مباح الانتفاع ہے۔لہٰذا مال قرار پائے گی اور خالص گندگی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے کسی بھی حال میں انتفاع نہیں کیا جاتا ہے لہذا مال قرار نہیں پائے گا۔لیکن اگر وہ مٹی کے ساتھ مخلوط ہوجائے اور مٹی کا حصہ غالب ہو تو اس کی بیع درست ہوگی کیونکہ اس صورت میں اس سے انتفاع جائز ہے۔

علامہ کاسانیؒ نے یہاں پر ایک اصول بیان فرمایا اور وہ اصول یہ ہے کہ جو چیز مباح الانتفاع نہ ہو اس کی بیع درست نہیں ہے اور چونکہ گوبر اور مینگنی سے ہر دور میں انسانوں نے انتفاع کیا ہے اس لئے وہ مال کر قرار اور اس کی بیع درست ہوگی۔اس کے برخلاف خالص انسانی پائخانہ سے نہیں ہوسکتا اس لئے مال نہیں ہے۔مگر جب یہی پائخانہ مٹی میں مخلوط ہوجاتا ہے تو انسان اسے اپنے کھیتوں میں ڈالتا ہے اور ایک گونہ اس سے انتفاع ہوتا ہے اس لیے اس کی بیع درست ہوگی۔

اب تک کی بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگرچہ خرید وفروخت کے لیے '' مال '' ہونا نہایت ضروری ہے لیکن مال کی حقیقت پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مال کا معنی اور مفہوم بہت وسیع ہے جس کا دائرہ مادی اشیاء اور اعیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بڑھ کر منافع اور حقوق کو بھی شامل ہے۔

" مال " کا قابل ادخار ہونے کی حقیقت:

مال متقوم بننے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وقت ضرورت کے لیے محفوظ ہونا بھی ممکن ہو یعنی وہ چیز قابل ادخار ہو۔لیکن ادخار کا مفہوم کیا ہے؟ اس بارے میں اگر غور کرلیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ادخار کا معنی اور مفہوم بہت عام اور وسیع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے کوئی مناسب تدبیر اختیار کرکے اس چیز کو اپنی تسلط میں اور اپنے قبضے میں لے لیں اس طور پر کہ جب بھی وہ چاہے اور جس طرح بھی چاہے یعنی جس انداز سے اور جس وقت اس چیز کو استعمال کرنا چاہے تو وہ اس کو استعمال کرنے پر قادر ہو۔

اب مختلف آشیاء کو اپنے قبضے اور استعمال میں لانے کی وجہ سے بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔کیونکہ قبضہ اور استعمال مختلف آشیاء کی مختلف ہوگی مثلاً ہاتھ میں لینا یا پکڑنا،اسی طرح جیب میں رکھنا،گھر یا دفتر میں رکھنا،باڑے اور اصطبل میں رکھنا،رہائش اور زراعت میں استعمال کرنا وغیرہ۔

جب ہم نے دیکھا کہ ادخار کا معنی بہت وسیع اور عام ہے تو اس کی وجہ سے موجودہ زمانے کے بہت سے نو پیدا آشیاء اس کے تحت آجائیں گے جو کہ بایں معنی عین نہیں ہیں کہ آدمی کسی دکان میں جا کر اس کو حاصل کرلے اور ہاتھ میں لے کر یا اسی طرح تھیلے وغیرہ میں رکھ کر لے آئے بلکہ نہ تو اس کو پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے البتہ محسوس کر سکتا ہے۔اسی طرح مخصوص ظرف میں رکھ کر یا بند کر کے حسب ضرورت استعمال میں آدمی با اختیار ہو جاتا ہے۔

جیسے " گیس " جس کی مختلف شکلیں اس وقت موجود و رائج ہیں۔اور مواقع استعمال بھی مختلف اور الگ الگ ہیں۔

اسی طرح وہ آشیاء کہ جن کہ حق میں استعمال و انتفاع پر قدرت کے لیے مخصوص تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔اور پھر آدمی حسب ارادہ ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔مثلاً پانی کا کنکشن،گیس کا کنکشن،بجلی کا کنکشن ظاہر ہے۔کہ ان سب کی خرید و فروخت ہی ہوتی ہے اور گھروں میں لگائے گئے میٹر حاصل کردہ یا صرف کردہ مقدار کی نشاندہی و تعین کرتے ہیں۔

اسی طرح کسی صنعت وغیرہ سے متعلق اگر کوئی کاغذی سرکاری کاروائی اس طرح ہو جائے کہ سرکار کی طرف سے عطاء کردہ مخصوص کاغذ کے ساتھ اس کا تعلق ہو جائے و راس کو حاصل کرنے والا اس سے مادی منافع حاصل کرنے کے سلسلے میں با اختیار ہو جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو یہ بھی ادخار اور احراز میں شامل تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا بھی اس کو ادخار اور احراز میں شمار کرنے کی تصریح موجود ہیں۔

لہٰذا ادخار کا یہ مفہوم تو نہیں لیا جا سکتا کہ حاصل شدہ شئے کو بند کر کے رکھا جا سکے البتہ جو بھی شئی ہو اور اس کے بعد جب بھی آدمی کا دل چاہے تو اس کو استعمال کر لیں۔

جس پر شیخ زرقاء وغیرہ نے سبزیوں سے متعلق اعتراض کیا ہے، جیسے کہ ان حضرات نے مال کی تعریف میں " میلان ورغبت " کے لفظ پر بھی نقد کیا ہے۔

حالانکہ جواب واضح ہے کہ میلان وغیرہ کا مطلب یہاں یہ نہیں ہے کہ مالیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اس کو پسند کرتا ہو اور وہ اس کو اچھی لگتی ہو اور اگر کھانے پینے کی چیز ہو تو پوری رضا ورغبت کے ساتھ اس کو کھائے یا کسی طرح استعمال میں لائے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آدمی اپنی پیش آمدہ یا متوقع کسی بھی قسم کی ضرورت کے لیے اس کو حاصل کرنا پسند کرتا ہو۔ بدمزہ دواؤں، زہر کے قسم کی چیزوں یا نجاست کے ساتھ آلودہ اشیاء کا یہی معاملہ ہے۔

اسی طرح " ادخار " کا مفہوم بند کرنا و محفوظ کرنا نہیں کہ سبزی جیسی چیزیں دو چار دن سے زیادہ نہیں رکھی جا سکتی اور آج مال کی نہ جانے کتنی انواع ہیں کہ جن کو اپنے اختیار سے بند کرنا یا اپنے ہاتھ و مٹھی میں لینا یا کسی ظرف یا برتن میں رکھنا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے:

" ولا ن الا نتفاع بالمال يعتبر فى كل شى ء مما يصلح له " . (ردالمختار).

اور اسی طرح محل بیع پر قبضہ کے سلسلے میں ہمارے فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے جیسا کہ شامی میں مذکور ہے:

" لكن ذالک يختلف باختلاف حال المبيع " (ردالمختار).

اسی طرح چوری میں حرز کے متعلق بھی مذکور ہے:

" حرز كل شى ء معتبر بحرز مثله " . (ردالمختار : ۲۰۲/۳).

لہٰذا ان عبارات سے واضح ہوا کہ ہر شئی کی احراز اس کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اس کے لیے اعیان میں سے ہونا شرط نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعراض ومعنویات بھی مال ہیں:

اب تک کی بحث میں مال متقوم بننے کے شرائط کی تفصیل مذکور تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل فقہاء کرام کی بیان کردہ مال کی تعریف میں کوئی اختلاف واضطراب نہیں، حاصل سب کا ایک ہی ہے وہ یہ کہ مال وہ شئی کہلاتی ہے جو ذریعہ تمول ہو اور جس کی بناء پر آدمی عرفاً مالدار سمجھا جاتا ہو، فقہاء کرام نے جو کچھ بھی فرمایا وہ دراصل مال کی حالت، اس کی شان اور اس کے خواص واوصاف ذکر فرمائے ہیں اور انہیں خواص وعلامات کے ذریعے مال کی تعریف فرمادی اسی وجہ سے فقہاء کرام نے مختلف انداز میں تعریفات کا ذکر فرمایا جیسا کہ:

" المراد بالمال مایمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة " .

(شامی : ۳/۴) .

" وامکن احرازه والتصرف فیه علی وجه الاختیار " . (بحر : ۵/۲۵۷).

" ای ما یمکن احرازه " . (فتح القدیر : ۵/ ۲۰۴).

" لایقع اسم مال الا علی ماله قیمة " . (الاشباه للسیوطی : ص : ۲۵۸).

" المال هو کل عین ذات قیمة مادیة بین الناس " .

(الفقه الاسلامی وادلة : ۴/۴۲۵).

" المراد بالمال عین یجری فیه التنافس والا بتزال " .

(الدار المنتقی : ۲/۳).

ان تمام تعریفات پر اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے خواص وعلامات کے ذریعے مال کی تعریف کردی اور کسی شئی کی حقیقت کے پائے جانے میں زمانے اور عرف کے حالات کے لحاظ سے علامات میں تغیر وتبدل اور تخلف ممکن ہے۔

لہذا پہلے زمانے میں مال وہی آشیاء ہوا کرتی تھی۔ جن کا تعلق اعیان ومادیات سے ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ انہیں آشیاء کو قبضہ کے بعد ذخیرہ بنا کر کام میں لانا ممکن ہوتا تھا۔ اس واسطے اس عہد کے فقہآء نے اعیان کو تو مال میں شمار کیا اور اعراض ومعنویات کو مال سے خارج فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وجہ اس کی صرف یہ تھی کہ اعیان کا تو احراز وادخار ممکن تھا۔ اعراض ومعنویات کا ممکن نہ تھا۔ اعیان تو باقی رہنے والے اور اعراض غیر باقی اور غیر محفوظ رہنے والے تھے۔ اس لیے فقہاء نے اعراض ومعنویات کو مال میں شامل نہ فرمایا بلکہ مال کو اعیان کے ساتھ مخصوص فرمایا:

" لان المنفعة عرض والعض غير بات ، وغير اطباقى غير محرز ، لأن الا حراز هو الصيانة والا دخار لوقت الحاجة فيتوقف على البقاء لا لحالة ، وما ليس نمحرز ليس بمتقوم ...... والمال مامن شانه ان يدخر للانتفاع به وقت الحاجة "

(شرح التو ضيح على التلويح : ص : ۱۷۱).

" وامكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار "

(بحر الرائق : ۵/ ۲۵۷).

اس تفصیل وتصریح کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ دور میں بہت سی ایسی اشیاء جو مادیات اور اعیان کے قبیل سے نہیں بلکہ اعراض ومعنویات کے قبیل کی ہیں اگرچہ پہلے زمانے میں صیانہ، احراز، ادخار نہ ہونے کی وجہ سے مال نہ تھیں لیکن انہیں معنویات واعراض پر اب قبضہ بھی کیا جا چکا اس کا احراز وادخار کیا جانے لگا اس لیے اب ان اشیاء کو بھی مال کہنا چاہیئے۔ کیونکہ مال کی تعریف میں جن لوگوں نے اعیان کی قید لگائی ہے اس سے مقصود بالذات عینیت نہیں ہے بلکہ چونکہ اس زمانہ میں اعیان ہی کا ادخار ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس کی تصریح کردی۔ ورنہ ہر وہ شئی جس پر بھی قبضہ وادخار ممکن ہو اس کو بھی اعیان کے حکم میں شامل کر کے اس کو بھی مال کہا جائے گا۔

مثال کے طور پر برقی قوت جو کہ از قبیل معنویات ہے گذشتہ زمانے میں اس کو مال نہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس پر قبضہ کرنا یا اس کو ذریعہ تمول سمجھنا عادۃً ممکن نہ تھا۔ اس لیے اس کی بیع کے جواز کے کوئی معنی نہ تھے۔ لیکن اب قوت برقیہ کو قابل انتفاع اور ذخیرہ اندوزی وتمول کا ذریعہ سمجھا جانے لگا لیے اب اس کو ایک قیمتی مال سمجھا جاتا ہے۔

اس کی اور موٹی مثال ہوا، گیس، انسانی آواز ہیں کہ زمانہ میں ان کے محفوظ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لیے ان اشیاء کو مال نہیں کہا جاتا تھا۔ لیکن آج کے دور میں ان میں سے ہر ایک کو محفوظ کیا جانے لگا، ان کے ذریعہ ذخیرہ اندوزی بھی ہوتی ہے، یہ اشیاء ذریعہ تمول بھی سمجھی جاتی ہے اور عرف میں ان کو قیمتی مال سمجھا جاتا ہے اس لیے وہ قیمتی مال کے مصداق ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ یہ کہ ہر وہ شئی خواہ اعیان و مادیات کے قبیل سے ہوں یا اعراض و معنویات کے قبیل سے جو بھی ذخیرہ بنانے کے قابل ہو، جس کو وقت پر کام میں لایا جاسکتا ہو اور عرفاً وہ مال سمجھی جاتی ہو، شریعت میں بھی اس کو مال سمجھا جائے گا۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض محققین نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

" لا شک ان للعرف مجالاً فی ادراج بعض الا شیاء فی الاعیان لان المالیة کما یقول ابن عابدین رحمه الله تثبت بتمول الناس وهذا مثل القوة الکهربائیة التی لکم تکن فی الا زمان السا لفة تعد من الاموال والا عیان المقومة ولکنها صارت الان من اعزا الاموال المتقومة التی لا شبهه فی جواز بیعها وشرائها وذالک لنفعها البائع ولا مکان احراز ها والتعارف الناس بما لیتها وتقویمها "

(بیع الحقوق المجرده : ص : ۴۲).

(جاری ہے......)۔

......☆☆☆☆☆......

© rasailojaraid.com